# اسلام کی تجویز کردہ تجارتی اقدار سیرۃ النبوی ﷺ کے آئینے میں

# THE BUSINESS ETIQUETTES OF ISLAM IN REFLECTION ON THE SEERAT UN NABI ﷺ

**Osama Fakhruddin Shaikh [1], Hina al Kindia[2]**
[1]Lecturer, Bahria University of Health Sciences, Karachi; shykh.osama92@gmail.com
[2]Independent Research Scholar, Karachi; hinaalkindiya@gmail.com
DOI: http://doi.org/10.58352/tis.v50i2.992

**Abstract:**
This Islam presents many possible ways to make a living, but Business and Commerce has a unique and high position in Islam. This is for the most part due to the fact that it is the profession that Prophet Muhammad (saws) personally chose for himself. Therefore, trade and business are singled out by Islam as one of the most important occupations to teach etiquettes of earning. The actions and life history of the Holy Prophet ﷺ contains a treasure trove of teachings, commandments, sayings and practical examples. The purpose of this research is to delve into the lessons and ethics of the Prophet Muhammad (saws) as a successful and ethical entrepreneur. It especially emphasizes His business etiquettes, for example, his honesty, fulfilling promises, avoiding deception, handling dispute without arguments, and other moral aspects of His blessed life. The study also explores the Prophet's ﷺ letters to Palestine, Syria, Yemen and Bahrain, looking at how Islamic values are used in business during his journeys. These Prophetic teachings are then discussed with reference to the Urdu language and literature to grasp the artistic and linguistic representation of these teachings. To conclude, it is essential to have these classic manners in the business world to foster ethical trading, social justice, and economic growth today.

**Keywords:** Seerat un Nabi ﷺ, Islamic Business Ethics, Prophetic Trade, Business Etiquettes, Trade Journeys of Prophet Muhammad ﷺ, Ethical Commerce, Urdu Literature.

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"

**"اے حبیب! فرمادیجیے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے (کامل) متبع بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"**

آیت مبارکہ کے سیاق وسباق اور تفسیر سے یہ مفہوم اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے قرب کو حاصل کرنے کا ایک نہایت مضبوط وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع بھی ہے۔ چنانچہ اسی آیت کو بنیاد بنا کر زیر نظر مقالے میں شعبۂ تجارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز اور برتاو پر سیر حاصل گفتگو کی جائے گی۔ کیونکہ اسلام جو کہ بذات خود ایک مکمل طریقِ حیات اور بہترین نمونہ ہے، اس میں معاشی سرگرمیاں کوئی دین سے علیحدہ معاملہ نہیں بلکہ کسب حلال اور جائز ذرائع سے حصولِ رزق عین عبادت ہے اور مزید برآں یہ کہ ان ذرائع میں تجارت سب سے زیادہ پسندیدہ، بابرکت اور خود نبی اکرم ﷺ کا اختیار کردہ شعبہ ہے۔ جس کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تسعة أعشار الرزق فی التجارة، والعشر فی المواشی، یعنی: النتاج"[1]

**"رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ گلہ بانی میں ہے۔"**

آنحضرت ﷺ نے جب بحیثیت تاجر بازار کارخ کیا تو تاجر ہر طرح سے مال کمانے کو جائز سمجھتے تھے، عرب میں قمار و جوا عام تھا، تیروں کے ذریعہ قرع کر کے بیع و شراء کا عجیب و غریب طریقہ بھی کتب احادیث میں ملتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تجارت میں بھی اپنے اسوۂ حسنہ سے تجارت کے اسلامی اصولوں کی عملی طور پر بنیاد ڈالی چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"إن أطیب الكسب كسب التجار الذین إذا حدّثوا لم یكذِبوا، وإذا ائتمنوا لم یخونوا، وإذا وعدوا لم یُخلفوا، وإذا اشتروا لم یذموا، وإذا باعوا لم یمدحوا، وإذا كان علیهم لم یمطُلوا، وإذا كان لهم لم یعسروا "[2]

**"بہترین کمائی اُن تاجروں کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دے دے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے"**

وضاحت: حدیث مبارکہ میں ذکر کردہ تجارتی اخلاقیات آج کے دور میں تقریباً عنقاء ہو چکی ہیں، عوام تو عوام خواص قسم کے دین دار تجار بھی آج ان اخلاقیات پر عمل پیرا نظر نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس ہر اس اخلاقی پستی سے متاثر ہو چکے ہیں کہ جس کا چلن مارکیٹ میں عام ہو چکا ہے، لاکھوں روپے مالیت کا ادھار مال مارکیٹ سے اٹھا کر کاروبار کر رہے ہوتے ہیں مگر قرض خواہ کے قرض کی ادائیگی کو بلاوجہ موخر کرتے رہتے ہیں، پابندی سے ہر سال عمرہ کرنے جائیں گے، مہنگا ترین جانور عید الاضحیٰ پر قربان کریں گے مگر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے رہیں گے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشهداء"[3]

**"سچا، امانت دار تاجر (قیامت میں) انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا"**

"عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامة"[4]

**"حضرت انسؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا"**

## ۱. وعدہ خلافی سے احتراز:

وعدے کا پورا کرنا تجارت کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک ہے، جسے آج کے دور میں نہایت بے دردی سے پامال کیا جاتا ہے، بلکہ اس کے برعکس ٹال مٹول، حیلے بہانوں سے مقابل کے مطالبے کو موخر کر دینے کو ہنر سمجھا جاتا ہے حالانکہ آپ ﷺ تو ہر معاملے میں سچائی اور امانت داری کا خیال کرتے اور ہمیشہ سچا وعدہ کرتے اور جو بات طے کر لیتے اس کو پورا ضرور فرماتے۔ آپ کے ایک کاروباری ساتھی عبداللہ ابن ابی الحمساءؓ فرماتے ہیں:

"عن عبد الله بن أبي الحمساء رضي الله عنه قال : بايعت النبي صلى الله عليه وسلم ببيع قبل أن يبعث ، فبقيت له بقية ، فوعدته أن آتيه بها في مكانه ذلك ، فنسيت يومي والغد فأتيته في اليوم الثالث وهو في مكانه فقال: يا فتى لقد شققت علي أنا ههنا منذ ثلاث أنتظرك[5]

**مفہوم:** حضرت عبداللہ ابن ابی حمساءؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے دعوۂ نبوت سے پہلے ایک بار آنحضرت ﷺ سے ایک معاملہ کیا میرے اوپر آپ ﷺ کا کچھ مال دینا باقی رہ گیا، میں نے عرض کیا کہ میں ابھی جا کر کچھ دیر میں لے آتا ہوں اتفاق سے میں گھر جانے کے بعد اپنا پیمان بھول گیا، تین روز بعد یاد آیا کہ میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا، یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ

پہنچا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ اسی مقام پر موجود ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں اور زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی کہ مسلسل تین دن انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی جب میں نے معذرت کی تو آپ نہ ناراض ہوئے، نہ لڑائی جھگڑا کیا اور نہ ڈانٹ ڈپٹ کی صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے:

"یافتی! لقد شققت علیّ انا ھھنا منذ ثلاث انتظرك"

**"اے نوجوان تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں تین دن سے یہاں تمہارا منتظر کھڑا ہوں۔**

**۲. لڑائی، جھگڑوں سے احتراز:**

آنحضرت ﷺ طبعی طور پر حلیم اور بردبار تھے۔ اور فطری طور پر مناقشوں و مناقصوں سے احتراز فرماتے، کوئی کتنا ہی گالی گلوچ کرتا اور کتنا ہی بدتمیز واقع ہوتا آپ ﷺ پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کا شریکِ تجارت تھا، جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کہ مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں!

۱. "كنت شَرِيكِيْ فَنِعْمَ الشَّرِيكُ لاَتُدَارِيْ وَلاَ تُمَارِيْ" [6]

**"آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات پر جھگڑتے تھے"**

حضرت قیس بن سائب مخزومیؓ سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ آپس میں شریک تجارت تھے

۲. "وَكَانَ خَيْرَ شَرِيكٍ لَايُمَارِيْ وَلَايُشَارِيْ

**آپ ﷺ بہترین شریکِ تجارت تھے، نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے"**[7]

**۳. بات بے بات قسموں سے احتراز:**

آنحضرت ﷺ نے لین دین کے دوران سامان کو بیچنے کے لیے خوامخواہ قسمیں کھانے کو ناپسند فرمایا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

۱. "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الكَبَائِرُ؟ قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ عُقُوقُ الوَالِدَيْنِ قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اليَمِينُ الغَمُوسُ" قُلْتُ لعامرٍ: وَمَا "اليَمِينُ الغَمُوسُ"؟ قَالَ: "الَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ" [8]

**"حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے مروی ہے: ایک دیہاتی شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کبائر کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اس نے کہا پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی نافرمانی، اس نے کہا: پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جھوٹی قسم، میں نے عامر سے پوچھا: جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: ایسی قسم جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان بھائی کو اس کے مال سے محروم کر دے حالانکہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو۔"**

وضاحت: مذکور بالا روایت باوجود یکہ باب الغضب میں، عدالت میں قاضی کے سامنے جھوٹی قسم (حلف) اٹھانے کے متعلق ہے، مگر حدیث کے عمومی مفہوم میں یہ پہلو بھی شامل ہے کہ اپنا سودا مہنگا بیچنے کے لیے اس کی بے جا تعریف کرنا یا گاہک کو اپنے فریب میں پھنسانے کے لیے قسم کا سہارا لینا بھی نہایت قبیح گناہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے بڑے گناہوں میں شمار فرمایا ہے اور کیوں کہ اس قسم کے ذریعہ بھی مسلمان کو اس کے قیمتی سرمائے سے محروم کر دیا جاتا ہے لھذا یہ صورت بھی حدیثِ مذکور کے مصداق میں شامل ہے۔

سفرِ شام کے دوران ایک اور واقعہ یہ بھی پیش آیا:

۲. "ثُمَّ بَاعَ سِلْعَتَهُ فَوَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَجُلٍ تَلاحٍ ، فَقَالَ لَهُ : احْلِفْ بِاللاتِ وَالْعُزَّى ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا حَلَفْتُ بِهِمَا قَطُّ ، وَإِنِّي لأَمُرُّ فَأُعْرِضُ عَنْهُمَا " ، فَقَالَ الرَّجُلُ : الْقَوْلُ قَوْلُكَ ، ثُمَّ قَالَ لِمَيْسَرَةَ : هَذَا وَاللَّهِ نَبِيٌّ تَجِدُهُ أَحْبَارُنَا مَنْعُوتًا فِي كُتُبِهِمْ" [9]

**"پھر (جب) آپ ﷺ نے اپنا سازوسامان فروخت کر لیا تو ایک آدمی سے کچھ بحث ہو گئی، اس نے کہا کہ لات و عزیٰ کے نام کا حلف اٹھائیں، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "مَا حَلَفْتُ بِهما قَطُّ، وَإِنِّي لَأَمُرُّ فَأُعْرِضُ عنها". میں نے کبھی ان دونوں کے نام کی قسم نہیں کھائی، میں تو ان کے پاس سے گذرتے ہوئے بھی ان سے اعراض کر لیتا ہوں۔ اس شخص نے یہ بات سن کر کہا، حقیقت تو وہی ہے، جو آپ نے کہی، پھر اس شخص نے آپ کے غلام میسرہ سے مخاطب ہو کر کہا: "هذا وَاللهِ نَبِيٌّ، تَجِدُه أَحْبَارُنَا مَنْعُوتاً فِي كُتُبِهِم" خدا کی قسم یہ تو وہی نبی ہے، جس کی صفات ہمارے علماء کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں**

۳. "عن أبي ذر عن النبي ﷺ، قال: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا، مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ: الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ" [10]

**"حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ ﷻ بات تک نہیں کریں گے، نہ ان کی طرف (نظرِ رحمت) سے دیکھیں گے اور نہ ہی انہیں پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، پس آپ ﷺ نے یہ آیت تین مرتبہ تلاوت فرمائی، ابوذرؓ نے کہا: ہلاک ہوں اور نامراد ہوں یہ لوگ کون ہونگے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کپڑا (ٹخنوں سے نیچے تک) لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنا مال بیچنے والا"**

۴. "عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ"[11]

**"حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ وہ (ابتداء بیع کو) ظاہراً بڑھاتی ہے، پھر (نفع کو) مٹا دیتی ہے۔"**

**۴. دھوکہ بازی سے احتراز:**

حضور نبی کریم ﷺ نے تجارت میں دھوکہ دہی سے منع فرمایا، اور دھوکے سے مال بیچنے کو "اکل المال بالباطل" قرار دیا ہے چنانچہ ایسا کرنے والوں کے متعلق سخت وعیدات ارشاد فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ایک روایت میں آتا ہے کہ:

"عن أبي هريرة: أن رسول الله مر على صبرة طعامٍ، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللًا، فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس مني! "[12]

**"آنحضرت ﷺ ایک غلے کی ڈھیری پر سے گزرے، تو آپ نے اسمیں ہاتھ داخل کیا، پس آپ کی انگلیوں پر نمی لگ گئی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے غلے کے مالک یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا، یا رسول اللہ بارش پڑ گئی تھی اس پر، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو تم نے اس (گیلے اناج) کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں؟ جو دھوکے بازی کرے وہ مجھ سے نہیں!"**

**وضاحت:** آج کے جدید دور میں دھوکہ بازی ہمارے تجارتی مراکز کا ہنر بنتا جارہا ہے اور جو جس قدر عیاری اور مکاری سے اپنا سودا مہنگے داموں فروخت کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ کامیاب اور ہنر مند تاجر کہلاتا ہے جبکہ امانت داری اور دیانت داری سے کاروبار کرنا گویا کہ عار بن چکا ہے، ایسے تاجر حضرات اب آٹے میں نمک کے برابر رہ گئے ہیں

**۵. تناجش سے احتراز:**

تناجش سے مراد عام فہم زبان میں، ایسی بولی لگانا جس میں واقعی خریدنے کی نیت نہ ہو، بلکہ محض گاہک کے سامنے مال کے مہنگے ہونے یا بیش قیمت ہونے کا تاثر قائم کرنا مقصود ہو۔ آپ ﷺ نے اس عمل کو بھی دھوکہ دہی قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ چناچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"عن ابي هريرة رضي الله عنه، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن اكذب الحديث، ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا"[13]

***حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی بدترین بات ہے، اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، جاسوسی مت کرو، تناجش مت کرو، ایک دوسرے سے حسد مت کرو، آپس میں بغض مت رکھو، اور ایک دوسرے سے بے رخی مت برتو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔***

**٦. تلقِّیِ جلب سے احتراز:**

تلقیِ جلب کے معنی ہیں، آگے بڑھ کر قافلے سے مال خریدنا، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تجارت کی ایک فاسد صورت یہ بھی رائج تھی کہ شہر کے بعض سرمایہ دار تاجر، بیرونی قافلوں کو شہری بازار میں آمد سے قبل شہر سے باہر ہی روک لیتے اور ان سے اپنے بھاؤتاؤ کے مطابق یکبارگی ہی سارا غلہ، اناج یا سامان خرید لیتے اور پھر شہر لا کر اپنی منہ مانگی قیمتوں پر فروخت کرتے۔ اس سے عوام کو یہ نقصان ہوتا کہ مجبوراً انہی مخصوص تاجروں سے ہی ان کی منہ مانگی قیمتوں پر خریدنا پڑتا۔ جب کہ بیرونی تاجروں کو یہ نقصان ہوتا کہ یہ سرمایہ دار ان کے سامان کے اونے پونے دام لگاتے اور بازار کی اصل نرخ سے انہیں اندھیرے میں رکھتے۔ اس کا لازمی نتیجہ مہنگائی کی صورت میں نکلتا ہے۔ مزید یہ کہ سرمایہ دار کے سرمایہ میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہی مفاسد کی وجہ سے اس پر پابندی عائد فرمائی چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

\

" عن أبي هريرة رضى الله عنه قال نهى النبي ﷺ عن التلقي وأن يبيع حاضر لباد "[14]

***حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تلقی سے منع فرمایا، اور شہری کو دیہاتی کے لیے مال بیچنے سے منع فرمایا۔***

**۷. ذخیرہ اندوزی سے احتراز:**

ذخیرہ اندوزی بھی اسی طرح اسلام میں ممنوع ہے جس کو آپ ﷺ نے نہایت ناپسند فرمایا۔ آپ ﷺ کے زمانے میں بھی یہ ہوتا تھا اور یقیناً اس کے جدید صورتیں آج بھی ہمارے بازاروں میں موجود ہیں کہ بعض بڑے سرمایہ دار تاجر بہت سا مال خرید کر اکٹھا کر لیتے ہیں نتیجتاً منڈی میں اس جنس کا مصنوعی بحران پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی نرخ یکدم آسمانوں پر چڑھ جاتی ہے۔ پھر حسب موقع یہ تاجر اس ذخیرہ کردہ مال کو منہ مانگی مہنگی قیمتوں پر بیچتے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ:

اگر کسی چیز کے ذخیرہ کرنے سے مارکیٹ میں عام لوگوں کو نقصان ہوتا ہو کہ وہ لوگوں کی عام ضرورت کی چیز ہو یا اس کی وجہ سے لوگوں کو روزمرہ کی اشیاء ضرورت ہی میسر نہ ہوں جس کی وجہ سے عام بھاؤ سے زیادہ قیمت میں خریدنا پڑتا ہو تو ایسا ذخیرہ کرنا حرام ہے۔

١."عن معمر بن عبد الله رضى الله عنه،عن رسول الله ﷺ، قال:"لا يحتكر إلا خاطئ"[15]

**ترجمہ: ''زخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر گناہگار!''**

٢." عن سعيد بن المسيب ، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، قال: قال رسول الله ﷺ: الجالب مرزوق والمحتكر ملعون "[16]

**ترجمہ: ''منڈیوں تک سامان کو کھینچ کرلانے والا رزق پاتا ہے،اورذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنت کا مستحق ہے''**

٣

. "من احتكر على المسلمين طعاما ضربه الله بالجذام والافلاس"[17]

**ترجمہ: ''جس شخص نے مسلمانوں پرزخیرہ اندوزی کرکے تنگی کی اللہ اس کو جزام اور افلاس میں مبتلا کردیگا''**

**٨. تجارتِ نبویﷺ بطرزِ مضاربت:**

نبی اکرم ﷺ نے مکی دور میں، مضاربت کی طرز پر بھی تجارت فرمائی، یعنی اپنا سرمایہ کسی کے حوالے کرکے باہمی رضامندی کے ساتھ اس کے عمل اور محنت کے عوض مالی معاوضہ طے کرنا۔ چنانچہ آپ ﷺ سے ایسا کرنا بھی ثابت ہے، دعوائے نبوت کے کچھ بعد، آپ ﷺ نے حضرت ابوسفیانؓ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے مضاربت کی طرز پر ایک معاملہ کیا۔ ابوسفیانؓ جب یمن کے سفر سے پانچ ماہ کے بعد واپس آئے تو دیگر اہل مکہ ان سے اپنے مال کے متعلق دریافت کرنے ان کے گھر آنے لگے، آنحضرت ﷺ بھی ان کے گھر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے انہیں سفر سے واپسی پر مبارکباد دی مگر اپنے مال کے متعلق کچھ دریافت نہ کیا، ابوسفیانؓ کو آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل بہت بھایا، چنانچہ ابوسفیانؓ طواف کے لیے جب خانہ کعبہ آئے تو خود ہی آپ ﷺ سے عرض کیا کہ: آپ کے مال میں خوب بڑھوتری ہوئی ہے "وكان فيها خيراً"، اور کہا کہ آپ سے اتنا معاوضہ بھی نہ لونگا جتنا عموماً اپنی قوم کے افراد سے لیتا ہوں اس پر آپ ﷺ نے منافع لینے سے انکار کردیا اور مکمل معاوضہ دے کر ہی منافع حاصل کیا۔[18]

<u>وضاحت</u>: مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشارک کو اپنے شریک تجارت کے ساتھ مکمل امانتداری اور دیانت کا برتاو کرنا چاہیے اور اگر نقصان بھی ہو تو اسے کھلے دل اور بردباری کے ساتھ قبول کرنا چاہیے نہ کہ اس میں لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے، آپ ﷺ کے مذکورہ بالا عمل سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سفر سے تھکے ماندے حضرت ابوسفیان سے فوری طور پر اپنے مال کا مطالبہ یا منافع کے متعلق استفسار نہیں فرمایا، جو کہ آنحضرت ﷺ کی بردباری اور حلیم الطبع ہونے کی عکاسی کرتا ہے اور آپ ﷺ کے مال کی لالچ نہ ہونے اور استغناء کو ظاہر کرتا ہے، ایک مسلمان تاجر کی بھی یہی اخلاقیات ہونی چاہیے، نہ یہ کہ ہر وقت مال کی حرص اور اسی کی بڑھوتری کے بارے میں ہمہ وقت متفکر اور سرگردان رہے۔

**<u>٩.اقالہ کی سنت:</u>**

اقالہ اسلامی تجارتی اقدار کا ایک نہایت اعلی وصف ہے، بیوع کی اصطلاح میں "اقالہ" کا معنی ہے:

بائع اور مشتری باہمی رضامندی سے دونوں میں سے کسی ایک کے مطالبے پر اپنی بیع لوٹا دیں یعنی "خریدا ہوا مال برضا وخوشی واپس کرلیا جائے"۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے بائع کو بڑی خوشخبری سنائی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ"[19]

**''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کرلے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کردے گا''**

وضاحت: مذکورہ بالا روایت سے اسلامی تجارتی اخلاقیات کا ایک اور اعلیٰ اخلاقی وصف واضح ہوتا ہے کہ اگر بائع اپنی بیچی ہوئی چیز، خریدار کو پسند نہ آنے کی وجہ سے یا بغیر کسی وجہ کے (بشرطیکہ اس میں کوئی عیب نہ پیدا کیا گیا ہو) واپس کر لے تو یہ اس کی طرف سے تبرع ہے جس کا اللہ کے یہاں بڑا اجر اور بدلہ ہے۔

**۱۰۔ اردو زبان و ادب کے محترفین کے لیے کاروباری اخلاقیات**

**اردو ادب کے مطالعے میں نصی دیانت اور علمی ایمان داری:** نصی دیانت اردو زبان و ادب کی علمی اور اخلاقی روایات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو ادبی میراث کے محافظ کے طور پر، مصنف کو متون، ترجموں، اور تشریحات کو مکمل درستگی اور شفافیت کے ساتھ پیش کرنے کی گہری ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کی بنیاد اسلامی تعلیمات میں نہفتہ ہے جو سچائی اور ایمان داری پر زور دیتی ہے، خاص طور پر علم کی منتقلی اور پیش کاری میں۔ قرآن مجید، سورہ التوبہ (9)، آیت نمبر 119 کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے۔

**اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو**[20]

یہ خواہ ادبی متون کا حوالہ ہو، تاریخی حقائق کی تقدیم ہو، یا لسانی نکات کا تجزیہ ہو۔ نصی دیانت کا مطلب کسی مصنف کے الفاظ کو غلط انداز میں پیش نہ کرنا، جعلی حوالوں کا اختراع نہ کرنا، یا معنیٰ کو اپنے مقاصد کے مطابق توڑ مروڑ نہ دینا ہے۔ اردو شاعری، نثر، یا عصری ادب پیش کرتے ہوئے، ہر اقتباس کو اصل ماخذ کے خلاف تصدیق کرنی چاہیے، اور کسی بھی ترمیم یا تشریح کو واضح طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

**سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے**[21]

علمیات کے تناظر میں، یہ حدیث خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ جب علماء یا مصنف کسی شاعر کے اشعار پیش کرتے ہیں، تو وہ نہ صرف لسانی درستگی کے لیے بلکہ شاعر کے مقصود اور ثقافتی سیاق کو محفوظ رکھنے کے لیے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کوئی بھی حذف، تبدیلی، یا غلط تشریح، جان بوجھ کر کی گئی ہو یا نہ ہو، اس مقدس امانت کی خیانت ہے۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا

**جو شخص علم کو چھپاتا ہے، اللہ اسے قیامت کے دن اپنی رحمت سے محروم کرے گا**[22]

یہ حدیث اردو علماء کو اپنے ماخذ، طریقہ کار، اور حدود کے بارے میں شفاف ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر کوئی متن ابہام کا حامل ہے یا متعدد تشریحات کی گنجائش دیتا ہے، تو یہ کثرت تسلیم کی جانی چاہیے بجائے اس کے کہ اسے چھپایا جائے۔ اگر کوئی علماء پچھلی تحقیق پر بھاری انحصار کرتے ہیں، تو یہ شفافیت سے قبول کیا جانا چاہیے۔ ماخذ کی پوشیدگی یا اصالت کے جھوٹے دعوے نہ صرف علمی بدعنوانی ہے بلکہ اسلامی اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔

**عملی طریقے سے، نصی دیانت کی ضروریات میں شامل ہیں:**

1. ہمیشہ بنیادی ماخذ کو درست اور مکمل طریقے سے حوالہ دینا
2. براہ راست حوالوں، اعادہ بیان، اور تشریحات میں فرق کرنا

3. یہ تسلیم کرنا کہ متن ادھورے یا نامکمل ہیں
4. نصی متغیرات اور نسخے کے فرق کو شفافیت سے دستاویز کرنا
5. منتخب حوالوں سے بچنا جو اصل معنی کو بگاڑتے ہوں
6. متضاد تشریحوں کو ایماندارانہ انداز میں حل کرنا۔اردو کلاسیکی متون پیش کرتے ہوئے، خاص طور پر صدیوں پرانی نسخوں سے، علماء کو اپنے ترمیمی فیصلوں کی دستاویزات رکھنی چاہیئں، وہ کیا برقرار رکھا ہے، کیا ترمیم کیا ہے، اور کیوں۔

## ۱۱۔اردو علمی کاری میں فکری ملکیت کے حقوق اور پیشہ ورانہ ذمہ داری

فکری ملکیت کے حقوق اردو ادبی حلقوں میں اکثر نظرانداز کیے جاتے ہیں، لیکن یہ اسلامی قانون اور جدید پیشہ ورانہ معیارات دونوں کے ذریعے لازمی ہیں۔ جیسے جیسے اردو زبان وادب کے علماء ترجمے، تشریحات، ناقدانہ ترمیم، اور تخلیقی علمیات میں مشغول ہوتے ہیں، انہیں اصل مصنفین، مترجمین، اور دیگر شراء کے ملکیت کے حقوق کو تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ ذمہ داری محض قانونی انتثال سے آگے تک پھیلی ہوئی ہے؛ یہ اسلامی اصولوں کو مجسم کرتی ہے جو انصاف، منصفانے، اور دوسروں کی محنت کے پھل کی تعظیم کرتے ہیں۔قرآن شریف میں ارشادِ باری تعالی ہے۔

**اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔** [23]

فکری ملکیت کے سیاق میں، یہ آیت کسی اور کے تخلیقی کام یا علمی محنت کے غیر مجاز استعمال کو بنیادی طور پر منع کرتی ہے بغیر معاوضے یا اجازت کے۔ جب کوئی مصنف اردو متن کا ترجمہ کرتا ہے، علمی تشریحات لکھتا ہے، یا ناقدانہ ترمیم تیار کرتا ہے، تو وہ علمی محنت میں سرمایہ لگاتے ہیں جو تسلیم اور حفاظت کے قابل ہے۔ الٹا، دوسروں کے ترجموں یا علمی کاری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، کوئی اجازت لینی چاہیے، مناسب نسبت دینی چاہیے، اور بہت سے معاملات میں، اصل خالق کو معاوضہ دینا چاہیے۔

**ترجمہ: جو چیز کسی کو نہ دی گئی ہو، اس پر (اپنا حق جتا کر) زبردستی کی بڑائی دکھانے والا شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہننے والا۔** [24]

اگرچہ یہ حدیث روایتی طور پر چوری کے بارے میں ہے، اسلامی فقہ اس اصول کو فکری چوری تک پھیلاتی ہے۔ سرقہ علمی، کسی اور کے الفاظ، ترجموں، یا خیالات کو اپنا ہونے کے طور پر پیش کرنا، انتہائی نقصان دہ شکل میں چوری ہے کیونکہ یہ نہ صرف محنت بلکہ شہرت اور روزی کو بھی چوری کرتا ہے۔ عصری اردو علمیات میں، جہاں بہت سے مصنف اپنی شائع شدہ تحریریوں پر علمی ترقی اور آمدنی کے لیے منحصر ہوتے ہیں، سرقہ علمی اعتماد اور انصاف کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

**ترجمہ: "اور لوگوں کو ان کی چیزوں (حقوق) میں کمی نہ کرو۔"** [25]

اس کا مطلب ہے کہ مترجمین، مرتبین، اور شارحین اپنی خصوصی محنت کے لیے معاوضے اور تسلیم کے قابل ہیں۔ علماء جو کاپی رائٹ شدہ ترجموں سے منسلک ہوتے ہیں انہیں اجازت یا معاوضے کے بغیر بڑے حصے نکالنے سے بچنا چاہیے۔ ناشرین اور علمی اداروں کو یقینی بنانا چاہیے کہ اردو علماء اپنی فکری شراکت کے لیے منصفانے سے معاوضہ حاصل کریں۔

عملی اخلاقی رہنمائی میں شامل ہے کہ

1. کاپی رائٹ شدہ کاموں کا ترجمہ یا نمایاں طریقے سے ڈھالنے سے پہلے ہمیشہ اجازت لینا۔
2. اپنے اصل مترجمین کو ترجموں میں منسوب کرنا۔
3. اجازت کے بغیر کاپی رائٹ شدہ ترمیموں سے بڑے حصے نکالنے سے بچنا۔
4. ان ترجمین اور مرتبین کو منصفانے سے معاوضہ دینا جن کی کاری آپ استعمال کرتے ہیں۔
5. ڈیجیٹل عہد میں، ڈیجیٹل حقوق اور لائسنسنگ معاہدوں کی تعظیم کرنا۔
6. اشتقاقی کاموں کو تسلیم کرنا اور پچھلی علمیات پر شفافیت سے تعمیر کرنا۔
7. مصنفین کے نیتی حقوق کی تعظیم کریں، ان کے قبول کیے جانے اور اپنے کام کی تشریحات کے خلاف اعتراض کرنے کے حق۔

## حاصل تحقیق:

زیرِ نظر مقالے میں اسلام کی پیش کردہ تجارتی قدروں کا احاطہ کیا گیا ہے، جن کے مطالعے سے یہ مفہوم ماخوذ ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ باقاعدہ نظامِ زندگی ہے جو دینی سرگرمیوں کے ہمراہ انسان کی معاشی ضرورتوں پر بھی خاطر خواہ بلکہ کافی شافی راہ نمائی فراہم کرتا ہے اور یہ بات خود شارعِ اسلام اور ان کے صحابہؓ نے اپنی تجارتی سرگرمیوں کے ذریعے عملی طور پر اور معاشی تعلیمات کے ذریعے باقاعدہ ان کو موضوعِ سخن بنا کر واضح کر دی کہ اسلام میں معاشی سرگرمیوں پر قطعی کوئی پابندی یا قدغن نہیں ہے بلکہ تجارت میں اللہ تعالی نے دیگر معاشی ذرائع سے زیادہ خیر و برکت رکھی ہے بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔

مذکورالصدر مقالے سے ایک اور اصولی بات واضح ہوتی ہے کہ انسان جتنے چاہے سخت قانون بنالے اور جس قدر معاشی اور تجارتی پالیسیاں تشکیل دے دے، خود انسان کے اندر خدا خوفی اور آخرت میں جوابدہی کا احساس پیدا کیے بغیر معاشرے میں شفاف اور معاشرے کے لیے مفید تجارتی نظام نافذ کرنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اس موقع پر پورے مقالے میں ذکر کی گئی تجارتی اخلاقیات کا خلاصہ نکالا جائے تو اسے صرف ایک وصف میں جمع کیا جا سکتا ہے اور وہ ہے مشہور صحابی حضرت جریر ابن عبداللہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ودیعت کردہ وہ اخلاقی وصف جو آج کے دور میں ہر تاجر کے لیے ناگزیر ہے اور وہ ہے "النصح لکل مسلم"

حضرت جریر ابن عبداللہؓ نے اپنے خادم کو اپنے لیے ایک گھوڑا خرید کر لانے کا حکم دیا، وہ گیا اور ایک عمدہ گھوڑا مالک سے بھاؤ تاؤ کر کے تین سو درھم میں طے کر کے، ادائیگی کے لیے مالک سمیت آپؓ کی خدمت میں لے آیا، آپؓ نے گھوڑے کی سواری کر کے اس کو جانچا تو وہ اپنی نسل اور مضبوطی کے لحاظ سے تین سو درھم سے زیادہ کا معلوم ہوا چنانچہ آپ مسلسل سو سو درھم کا اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ آٹھ سو درھم میں وہ گھوڑا مالک سے خریدا، استفسار پر فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا، اور اس شخص کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضہ یہی تھا کہ اس کی چیز اس کی حقیقی قیمت پر خریدی جائے، آپؓ کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ جب کوئی چیز بیچتے تو اس کے تمام عیوب اور اوصاف کھل کر مشتری کے سامنے رکھ دیتے پھر اس سے کہتے جو تمہیں سمجھ آئے تو اس کی یہ قیمت ہے[26]

## مصادر و مراجع


١.القرآن
٢.الصحیح للبخاری ،لامام محمد ابن اسمعیل البخاری،ط:مکتبۃ البشری-پاکستان،٢٠١٧
٣.الصحیح لمسلم،لامام مسلم ابن حجاج ط: مکتبۃ البشری-پاکستان،٢٠١٧
٤. سنن ابو داؤد ، لامام ابو داود سلیمان ابن الاشعث السجستانی،ط: مکتبۃ البشری-پاکستان،٢٠١٧
٥. سنن ترمذی،لامام ابو عیسیٰ ترمذی، ط: مکتبۃ البشری-پاکستان،.٢٠١٧
٦. سنن ابن ماجه ، لامام ابن ماجه، ط : مکتبۃ البشری-پاکستان،٢٠١٨
٧.مشکوٰۃ المصابیح، خطیب تبریزی،ط: مکتبۃ البشری-پاکستان،٢٠١٥
٨.شعب الایمان ، لامام بیهقی،ط:دار الکتب العلمیہ-بیروت-لبنان،٢٠٠٨
٩.نظام حکومۃ النبویہ المعروف بالتراتیب الاداریۃ لامام عبد الحی الکتانی،ط:دار ارقم، ٢٠١٢
١٠.سیرت مصطفیٰ، لمولانا ادریس کاندھلوی،ط:کتب خانہ مظہری پاکستان،٢٠١٦
١١.معاش النبوي ﷺ ،مولا نا یسین مظہر صدیقی، ط: مکتبۃ السیرت، ٢٠١٥
١٢.الطبقات الکبریٰ، لابن سعد،ط: مکتبۃ خانجی-قاهره- مصر،٢٠٠١
١٣.الترغیب والترهیب،لامام منذري،ط:دار الکتب العلمیة،١٩٩٦
١٤.المعجم الکبیر للطبرانی ، امام طبرانی ، ط: مکتبہ ابن تیمیہ - قاهره


[1] نظام الحكومة النبوية المسمىٰ التراتيب الادارية، باب ما ذكر فی الأسواق،ج:٢،ص:١٢،ط:دارالارقم ٢٠١٢
[2] شعب الإيمان للبيهقي،الرابع والثلاثون من شعب الإيمان، باب فی حفظ اللسان، رقم: ٤٨٥٤،ط: أيضًا ص:٨
[3] سنن الترمذی، كتاب البيوع، التجار وتسميه النبي ﷺ اياهم رقم : ١١٩٣ ط: أيضًا ص :٣
[4] الترغيب والترهيب للمنذری، رقم : ٢٧٤٦،ط : دار الكتب العلمية – بيروت ،١٩٩٦
[5] سنن أبی داود ،كتاب الادب، باب في العدة، رقم: ٤٤٠٧،ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨.
[6] سنن ابو داؤد ،كتاب الادب ،باب في كراهية المراء ، رقم :٤٨٣٦, ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[7] سيرة المصطفىٰ،لمولانا ادريس كاندهيلوي،ص:٩٣،ط: أيضًا ص:٤٥
[8] رواه البخاری،كتاب الايمان و النذور،باب يمين الغموس رقم :٦٦٧٥،ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[9] الطبقات الكبرى لابن سعد،ذكر خروج رسول الله ﷺ الى الشام في المرة الثانية،ص:١٠٨،ط:
[10] سنن الترمذي ، كتاب البيوع؛ باب ما جاء فيمن حلف على سلعة كاذبة رقم:١٢١١،ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[11] الصحيح لمسلم، كتاب المساقاة،رقم الحديث: ٤١٢٦، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[12] سنن الترمذي،كتاب البيوع،باب ما جاء في كراهة الغش في البيوع،رقم:١٣١٥،ط: ايضاً ص:٩
[13] الصحيح للبخاری،كتاب الادب ،باب ياايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن،رقم :٦٠٦٦،ط: أيضًا،ص: ٢٠
[14] الصحيح للبخاری،كتاب البيوع، باب النهي عن تلقي الركبان و ان بيعه مردود،رقم: ٢٠٥٤، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[15] سنن ابن ماجه،كتاب التجاراة،باب الحكرة و الجلب،رقم: ٢١٥٣، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[16] سنن ابن ماجه،كتاب التجاراة،باب الحكرة و الجلب،رقم: ٢١٥٤، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[17] سنن ابن ماجه،كتاب التجاراة،باب الحكرة و الجلب،رقم: ٢١٥٥، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[18] ملخص من معاش النبوی ﷺ،مولنا ياسين مظهر صديقي،ص:٤٦،٤٥،ط: مكتبة السيرت –كراتشي-٢٠١٥
[19] سنن ابی داؤد ، كتاب الاجارة ، باب فی فضل الاقالة ، رقم الحديث : ٣٤٦٠ ، ط: مكتبة البشرى ، كراچی – پاكستان ،٢٠١٨
[20] سوره التوبہ (9)، آیت نمبر 119
[21] صحیح بخاری، حدیث 5976
[22] جامع ترمذی , حدیث نمبر 2649
[23] سورة النساء(4:29)
[24] صحیح بخاری، حدیث 5219
[25] سورة الاعراف(7:85)
[26] المعجم الكبير للطبرانی، ج:٢ ، ص: ٣٣٤،ط :مکتبہ ابن تیمیہ - قاهره